ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر عائشہ کفیل برنی ❁

اقبال کا فلسفۂ تمدن اور علم الاقتصاد کے باہمی روابط

Interaction between Iqbal's philosophy of civilization and economics

By *Dr. Ayesha Kafeel Burni, Professor & Head of Urdu Department, Jinnah Women University, Karachi.*

ABSTRACT

The era of Iqbal was the beginning of an age that aimed at functioning for the elimination of the colonialism and emerged as a sun beeam for an era embrace the science, technology and its invetions. At the time when the western civilization & economic system were harming our internal feelings & the Marxism was framing the sweet dreams for democracy & prosperity. Iqbal laid the foundation of civilized philosophy for the Muslim Ummah over "Islamic ideology of life" and putted on his best efforts to strengthen the economy and composed, *Ilm-e-Iqtisad* (1903). According to Iqbal, the culture, civilization and economy is the basic & first step in the best interest of human prosperity and rise. These thoughtful discussion of Iqbal are the part of his poetry as well.

Keywords: Iqbal, Colonialism, Science, Technology, Marxism, Democracy, Ideology, Economics, Civilization.

انسان، کائنات اور زندگی کے متعلق مخصوص نظریات کا اثر زندگی کے ہر پہلو پر پڑنا لازمی ہے۔ فلسفہ، معیشت، تمدن و دیگر اہم تصورات وفکری مباحث رہے ہیں۔ انسانی تمدن کے لیے فرد اور جماعت کے تعلقات کی نوعیت، فرد کی انفرادی حیثیت یا اس کا جماعت میں ضم ہونا نیز فرد اور جماعت کے اغراض و مقاصد میں تضاد جیسے

❁ پروفیسر وصدر، شعبۂ اردو، جناح ویمن یونی ورسٹی، کراچی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اہم مسائل ہمیشہ پیچیدگی کا باعث رہے ہیں اور اُن کے حل کی تلاش صدیوں سے جاری ہے۔[۱] فلسفیاتی نقطۂ نظر سے تمدن اور معیشت اجتماعی زندگی کے دو اہم شعبے ہیں۔ تہذیب یافتہ قوم کسی نہ کسی نظامِ حکومت کے تحت زندگی بسر کرتی ہے اور اُس کا کسی نہ کسی مملکت سے تعلق ہوتا ہے۔ مملکت کا قیام انسانی حقوق و فرائض کے ربط و تعلق کی بنیاد ہے۔ یوسف حسین کہتے ہیں:

> مملکت کے قیام کے لیے ظاہر ہے کہ انسانوں کی یکجا آبادی لازمی چیز ہے، اور اس میں نظم وحدت کا ہونا ضروری ہے۔ مملکت افراد کو اپنے نظم و ضبط کا پابند کرتی ہے لیک وہ خود کسی دوسرے مقتدر کی تابع فرمان نہیں ہوتی۔ ہر مملکت کے لیے خارجی سیاسی اثرات سے کامل طور پر آزاد ہونا ضروری ہے، اگر وہ کسی دوسری مملکت کے مملکت کے سربراہ کی پابند ہوگئی تو اس پر اصطلاحاً مملکت کے لفظ کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ مملکت اپنے منشا کو بااثر بنانے کے لیے اپنا دروبست جن افراد کے سپرد کرتی ہے، وہ حکومت (گورنمنٹ) کہلاتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ مملکت کے ارادے اور مرضی کو عملی جامہ پہنائے۔ حکومتوں میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن مملکت اس وقت تک قائم و برقرار رہتی ہے جب تک کہ خارجی اثر یا اندرونی انتشار سے اس کی وحدت کو صدمہ نہ پہنچے اور اُس کے تسلسل سے رخنہ نہ پڑے۔[۲]

تمدن اور مملکت کے ساتھ نظامِ معیشت فرد کے حقوق اور ذمے داریوں کی ادائیگی کے لیے اہم ستون ہے۔ دنیا میں اس وقت تین نظامِ معیشت رائج ہیں۔[۳]

ایک خالص انفرادیت یا سرمایہ داری کا نظام دوسرے اشتراکیت یا اشتمالیت کا نظام اور تیسرا اسلامی نظام، اقبال کے تمدنی تصورات کی بنیادی اسلامی نظام کے ماتحت ہے، اسی لیے اس نے سرمایہ داری اور اشتراکیت پر معیشت کے اسلامی نظام کو فوقیت دی ہے۔ اقبال فلسفۂ تمدن کا فرضِ منصبی انسانی زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد کو معلوم کرنا نیز اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف وسائل اور قابلِ عمل طریقِ کار کو سمجھتا ہے تا کہ اقتصادی امور کے ماہرین اس طریقِ کار کو سمجھ کر اس کے تحت زندگی گزارنا اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے محنت کرنے کا درس دے سکیں۔ کیوں کہ علم الاقتصاد میں تعلیم اور علمِ تدبیر مملکت کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اس لیے تمدنی عناصر کی تحقیق کے بعد اقبال نے انسانی تمدن کی ترقی کے لیے تین شرائط ضروری قرار دے دیں۔[۴]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ا۔ نظامِ قدرت کے قویٰ مخفیہ کو معلوم کرنا اور اُن سے مستفید ہونا

اقبال کے نزدیک نظامِ حکومت کے قویٰ میں ایک وسیلۂ علم ''برقی قوت ہے جو زمانۂ حاضر میں عقل وفہم کے دائرۂ کار میں شامل ہے جس پر انسانی ترقی جاری ہے۔ اقبال کے اس مفروضے کی بنا پر انسانی فطرت یا انسانی تمدن اور کرۂ ارض کے طبعی وسائل کا جائزہ ماہرِ علمِ اقتصادیات لینا ہے۔ یہ اس کے فرائضِ منصبی میں ہے کہ وہ انسانی فطرت کے کسی ایسے واقعے کو نظرانداز نہ کرے جس کا تعلق ایسے وسائل کی تقسیم سے ہو جو دولت کی پیدائش وتقسیم کا باعث بنتے ہیں۔ انسانی فطرت کے علم کی وسعت کا عمل علم الاقتصاد کے علم کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ حصولِ وسائل کے طریقے کے بڑے بڑے طبعی خواص تک رسائی حاصل کرے تاکہ ان اسباب وقوانین کی مرتب پالیسی اور دیگر اقتصادی امور کا پتا چلا کر انسانی زندگی کے ابتدائی اصولوں میں عملاً تغیر پیدا کرے اور ترقی کے اسباب کا ذریعہ بنے۔ اقبال کی فکر کی اقتصادی جہت یہاں معاشی سوچ کو اصولِ تمدن کی طرف مائل بھی کرتی ہے''[۵] اور اس سے اقبال کے اس نقطۂ نظر و فلسفۂ فکر کی بھی تسکین ہوتی ہے کہ انسانی زندگی کی پہچان یعنی ''خودی'' کی توسیع و بقا اس کے اثبات فلسفۂ تمدن کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس لیے کہ انسان اور کائنات کے مخفی راز اور اُن کی تخلیق وتدوین کی کم زوری اقبال نے ''خودی'' پر اسی لیے زور دیا ہے۔ یوسف حسین کے ان الفاظ میں اقبال کے نظریۂ خودی کی تفہیم پیشِ نظر ہے:

> پانی کا قطرہ جب حرفِ خودی ازبر ہے تو اپنی ہستیِ بے مایہ کو گوہر بنا دیتا ہے، سبزہ اپنی ذات سے اُگنے کی قوت پیدا کرلیتا ہے تو سینۂ گلشن کو چاک کر ڈالتا ہے۔ خودی کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنے نمو اور بقا کے لیے آزادی اور عمل کے بے پایاں امکان تلاش کرتی ہے۔ اس کی بدولت زندگی کی جوے نرم رو قلزم بن جاتی ہے۔ اس کے امکان بے شمار ہیں اور اس کی قوتوں کی کوئی حد نہیں۔[۶]

فلسفۂ خودی وحدت میں کثرت کا متقاضی ہے، یہی وحدت زندگی اور فطرت کے نظم وضبط کا مرکزی نقطہ ہے:

قطرہ چوں حرفِ خودی ازبر کند ہستیِ بے مایہ را گوہر کند
سبزہ چوں تابِ دمید از خویش یافت ہمتِ او سینۂ گلشن شگافت
چوں خودی آرد بہم نیروے زیست می کشاید قلزمے از جوے زیست

اقدارِ حیات کے حامل مقاصد کی تخلیق نئے حقائق کی تکوین اور زندگی کی حرکت کا یقین انسانی ذات کی تکمیل واثبات کے ضروری عناصر ہیں۔ اقبال ان عناصر کو فلسفۂ خودی کی اساس کے لیے خودی کے تجربے واستحکام کے لیے اور سفر کو منزل قرار دینے کے لیے ضروری قرار دیتا ہے:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تو رہِ نوردِ شوق ہے، منزل نہ کر قبول لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب، بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

فلسفۂ تمدن، انفرادی و اجتماعی قوتِ عمل کی فراوانی، عالمِ فطرت اور عالمِ نفس کے قوانین کی رمز شناسی، عشق کے حرکتی عنصر زندگی کے داروں کی وسعت کے ماتحت ہیں، یہاں انسان کے اعلیٰ ترین مناصب کے لیے ان عناصر پر عمل ضروری ہے اور اقبال یہی چاہتے ہیں۔

۲۔تمدنی تعلقات کی تکمیل

اقبال کہتے ہیں کہ انسانی تمدن کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ تمام تمدنی تعلقات کے صحیح مفہوم معلوم کر کے ان کے مطابق عمل درآمد کیا جائے، تمدنی تعلقات کے لیے ضروری عمل اخلاقِ حسن ہے۔ یہاں اقبال انسانیت کی فلاح اسی میں بتاتا ہے کہ جب دین و دنیا اور اخلاق و سیاست ساتھ ہوں اور فقر و انکساری ہم رکاب ہوں، یہاں ایسے نظامِ فکر و عمل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تمدنی تعلقات جن میں خاندانی رشتے، معاشی و کاروباری تعلق، سیاسی و تہذیبی تعلق وغیرہ آجاتے ہیں، ان کی تکمیل اور استحکام ضروری ہے، یہاں ان کی مضبوطی میں اخلاقیات کی عمل داری لازمی جُز قرار دیا جاسکتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

> اسلام بحیثیت ایک نظامِ سیاست کے اصولِ توحید کو انسانوں کی جذباتی اور ذہنی زندگی میں ایک زندہ عنصر بنانے کا عملی طریقہ ہے، اس کا مطالعہ وفاداری خدا کے لیے نہ کہ تخت و تاج کے لیے اور چوں کہ ذاتِ باری تمام زندگی کی روحانی اساس سے عبارت ہے، اس لیے اس کی اطاعت کشی کا درحقیقت یہ مطلب ہے کہ انسان خود اپنی معیاری فطرت (اعلیٰ صفات) کی اطاعت کشی اختیار کرتا ہے۔[۷]

۳۔افراد کے ذاتی قویٰ کی ترقی

قدرت نے انسان کو عقل و شعور کی دولت سے مالا مال رکھا۔ انسان کی حقیقی ضروریات میں سے ''علم'' ایک لازمی ضرورت ہے جو اس کی ظاہری ضروریات کے لیے وسائل و ایندھن فراہم کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ تہذیب و تمدن کے مختلف مدارج اور معاشرتی و جغرافیائی حالات و واقعات بھی اس کی زندگی کے اہم امور ہیں۔ اقبال افراد کے ذاتی قویٰ کی ترقی میں ''تعلیم و تربیت'' کے خواہاں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> تعلیم و تربیت کا اثر بالعموم ہماری نگاہ میں ایک قسم کا تغیر پیدا کر دیتا ہے اور

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

> بسا اوقات ہم ان اشیا کو دولت نہیں سمجھتے ہیں جن کو تعلیم پانے سے پہلے دولت تصور کیا کرتے تھے۔ غرض عملی طور پر مفید ہونے کے لیے علم الاقتصاد کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام علوم کی تحقیقات سے فائدہ اٹھائے جن کا مدعا انسان کی زندگی کا افضل ترین مقصد اُس کی حقیقی بہبودی اور اُس کی تہذیب و تمدن کے مختلف مدارج معلوم کرنا ہے۔(۸)

عہدِ حاضر میں تمدنی توازن اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم و تربیت کے نکات مرتب کیے جائیں اور اُن کے مطابق معاشی و تمدنی زندگی گزارنے کے سنہری اصولوں پر عمل درآمد ہو۔ اقبال تعلیم کے لیے تہذیب و اخلاق کی تجدید کو ضروری عناصر قرار دیتے ہیں۔ ''اخلاق'' انسان کے ذاتی قویٰ کی ترقی میں معاون و مددگار ہو سکتا ہے۔ جدید سرمایہ داری کے اس دور میں اخلاقی و انسانی عناصر مفقود ہو گئے ہیں، مشینی زندگی کی ترقی سے تعلیم کا رشتہ تربیت سے اجنبی ہو گیا ہے:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

انیسویں صدی کی صنعتی ترقی، سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت اور دیگر جدید نظریات نے مذہب، اخلاق اور تہذیب سے بے تعلقی اختیار کی تو دنیا اس کے نتائج آج بھگت رہی ہے۔ اقبال انسان کی باطنی و ذاتی صلاحیتوں کو ظاہری رنگ و روغن سے محفوظ رکھنے کے لیے تعلیم و تربیت کے باہمی رشتے کے خواہاں ہیں۔ اخلاقی قدروں کی پاس داری اس رشتے کی مضبوطی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے کلام کے تبلیغی عناصر دو چیزوں کو پہلو بہ پہلو رکھتے ہیں؛ ایک تہذیبِ جدید پر تنقید (اقبال جدید تعلیم و تمدن کے مخالف نہیں بلکہ اس کی بے جا تقلید کے مخالف ہیں) اور دوسرے اسلامی نظریۂ حیات کی تعلیم۔(۹)

تعلیم، اخلاق اور علم الاقتصاد کا مطالعہ و تجزیہ اور اس سے دوگونہ دلچسپی قریباً قریباً ضروریاتِ زندگی میں سے ہے، خاص کر ہندوستان کے اقتصادی منظرنامے میں اس کا مطالعہ و نتائج پر غور و فکر ضروری امر ہے۔ یہ ملک غربت و مفلسی کے مجرّب علاج کا متقاضی رہا ہے۔ اقبال ''علم الاقتصاد'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ہمارا ملک کامل تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کمزوریوں اور نیز ان تمدنی اسباب سے بالکل ناواقف ہے جن کا جاننا، قومی فلاح اور بہبود کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ انسان کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جو قومیں اپنے تمدن اور اقتصادی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حالات سے غافل رہی ہیں، ان کا حشر کیا ہوا ہے۔[(۱۰)]

اقبال کی تصنیف ''علم الاقتصاد'' اقبال کے معاشی نظریات کی حامل تصنیف ہے جس کا معروف نام علمِ سیاستِ مدن ہے۔ ''علم الاقتصاد'' ۱۹۰۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اس کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن کافی عرصے تک سامنے نہیں آیا۔ دوسری اشاعت ۱۹۹۱ء میں اقبال اکیڈمی کے زیرِ اہتمام عمل پذیر ہوئی، جمیل الدین عالی کہتے ہیں:

> علامہ اقبال کی پہلی تصنیف ''علم الاقتصاد'' ہے (۱۹۰۳ء) اسی ایک بات سے مسلمانوں کے لیے معیشت و مالیات جیسے مضامین کی انتہائی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ افسوس کہ انگریزی لزوم نے اردو میں ان علوم پر وہ تصنیف و تالیف نہ ہونے دی جو اس کا اور ان کا حق تھا۔[(۱۱)]

ہندوستان کو اقوامِ عالم میں اپنا نام اور توازن قائم رکھنے اور ان تمام اصولوں سے آگاہی حاصل کرنے جو ملکی عروج کا باعث ہیں اور ان اسباب کی تلاش جو ترقی پذیری کا باعث ہیں، ''علم الاقتصاد'' ان تمام اہم امور سے بحث کرتی ہے۔ یہاں اقبال اس امید کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ اگر فردِ واحد کو بھی ان معاملات پر غور وفکر کی تحریک ہوجاتی ہے تو یہ کامیابی ہے۔

علم الاقتصاد کا اہم حصہ نئی علمی اصطلاحات کے وضع کرنے اور ان کے اردو زبان میں عام فہم بنانے کی کوشش بھی ہے تاکہ علمی و ادبی طور پر بھی یہ کتاب قابلِ عمل وتقلید ہو۔ اس لیے انھوں نے بعض اصطلاحات خود وضع کیے ہیں۔ ان کے مطابق بعض اصطلاحیں مصر کے عربی اخباروں سے لی گئی ہیں کچھ اصطلاحات انگریزی سے بھی ہیں۔ اس حوالے سے اقبال نے لکھا ہے:

> اصطلاحات کی نسبت ایک اور عرض یہ ہے کہ میں نے مانگ اور طلب، دست کاری اور محنت، دست کار اور محنتی، نفع اور منافع، ساہوکار اور سرمایہ دار، مالک کارخانہ دار مرادف استعمال کیے ہیں۔ پیدائش اور پیداوار کا استعمال ایک باریک فرق کو ظاہر کرتا ہے یعنی پیدائش سے مراد فصل کی ہے اور پیداوار سے مراد نتیجہ فصل کی، علیٰ ہٰذا القیاس لفظ تبادلہ اس جگہ استعمال کیا ہے جہاں ایک شے دوسری شے کے عوض میں دی جائے۔ عربی زبان میں مبادلے کا یہ مفہوم لفظ معائنہ سے ظاہر کیا جاتا ہے مگر چوں کہ یہ لفظ عام فہم نہیں ہے، اس واسطے میں نے اس کے استعمال سے احتراز کیا ہے۔[(۱۲)]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اقبال علم الاقتصاد کے چار اہم حصص جن کے زیرِ اہتمام تمام اقتصادی مسائل آتے ہیں، بیان کرتے ہیں۔ ان کا یہاں مختصر جائزہ بہ شکل گراف لیا جا رہا ہے۔[(۱۳)]

۱۔ دولت کی پیداوار (Production of wealth)

۲۔ دولت کا تبادلہ (Exchange of wealth)

۳۔ دولت کی تقسیم (Distribution of wealth)

۴۔ دولت کا استعمال (Consumption of wealth)

ان حصص کے دیگر امور کو گراف کی شکل میں اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے:

۱۔ دولت کی پیداوار
- زمین
- محنت
- سرمایہ
- قابلیت

۲۔ تبادلۂ دولت
- مسئلۂ قدر
- تجارت بین الاقوام
- زرِ نقد کی ماہیئت اور اُس کی قدر
- حق الضرب
- زرِ کاغذی
- اعتبار اور اُس کی ماہیئت

۳۔ دولت کی تقسیم
- لگان
- سود
- منافع
- اُجرت
- مقابلہ نامکمل
- مال گزاری

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

۴۔ دولت کا استعمال ── آبادی
├ جدید ضرورتوں کا پیدا ہونا
└ صرفِ دولت

اقبال اپنے معاشی افکار جس دور میں پیش کر رہے تھے، وہ فرنگیت کے عروج کا دور تھا، پہلی و دوسری جنگِ عظیم کے درمیانی وقفے میں عالم گیر سطح پر سیاسی و سماجی و معاشی تبدیلیاں کروٹ لے رہی تھیں۔ مغربی ملوکیت و سرمایہ دارانہ نظامِ جمہوریت کے لباس میں دنیا کی کم زور ہوتی اقوام پر محکومیت کے پنجے گاڑ کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کے درپے تھا۔ قیصریت، کلیسائیت، وطنیت اور قومیت اور سرمایہ داری کے دیوہیکل بت کھڑے کیے جا چکے تھے، ایسے وقت میں کارل مارکس کی معاشی تحریک، لینن، ٹراٹسکی اور اسٹالن کے رہنما اصولوں نے انقلابِ روس کے لیے راہ ہموار کی جس سے مغربی استعمار پر کاری ضرب لگی۔ ترجمانِ حقیقت پر اقبال نے بھی انقلابِ روس کی اس پُراُمید لہر کو خوش آمدید کہا اور اپنے اثر انگیز کلام کے ذریعے ان خیالات کو جلا بخشی، ''خضرِ راہ''، ''طلوعِ اسلام'' جیسی نظمیں اُن کے مؤقف پر مہر ثبت کرتی ہیں۔(۱۴)

''بالِ جبریل''، ''ضربِ کلیم'' اور ''ارمغانِ حجاز'' جیسے مجموعات اقبال کے اسی نظریہ فکر کی توثیق ہیں۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف وہ مصروفِ جہاد رہے۔ لینن (خدا کے حضور میں) اُن کے دل میں گرہیں اس طرح کھلتی ہیں:

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت   پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس   کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم   حد اُس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت   احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

معاشی عدم مساوات کا جو زخم قوم کو ناسور کی طرح شدتِ کرب میں مبتلا کر رہا تھا، اُسے اقبال بھی اپنے دل پر شدت سے محسوس کر رہے تھے، انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے تو اُسے پیش کیا ''علم الاقتصاد'' جیسی کتاب لکھ کر بھی اپنے مشورے و تجاویز اہمیت کے حامل ہیں۔ ''علم الاقتصاد'' جیسی تصنیف برصغیر پاک و ہند کے معاشی ڈھانچے کے لیے استحکام کا درجہ رکھتی ہے حالاں کہ اقتصادیات کا مطالعہ اقبال کی زندگی میں ایک ضمنی حیثیت رکھتا تھا۔ اگرچہ اقبال کو معاشیات میں ہمیشہ دلچسپی رہی لیکن وہ شعر، فلسفہ، سیاسیات، تمدن اور قانون دانی سے گہرا شغفت رکھتے ہیں، اُن کی شاعری کی عمارت انھی اہم ستونوں پر کھڑی ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ یوسف حسین، ’’روحِ اقبال‘‘، (دہلی: مکتبۂ جامعہ‘‘، ۱۹۵۲ء)، ص ۲۷۷

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۳

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۰

۴۔ علامہ اقبال، ’’علم الاقتصاد‘‘، (لاہور: آئینۂ ادب، ۱۹۹۱ء)، ص ۴۲

۵۔ یوسف حسین، محولۂ بالا، ص ۱۲۸

۶۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۷۔ یہ چند جملے اقبال کے فلسفۂ تمدن اور فلسفۂ الٰہیات دونوں میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، اصل انگریزی عبارت یہ ہے:

Islam as a polity is only practical means of making this principle (Tauhid) a living factor in the intellectual and emotional life of mank9ind it demands loyalty to God not to thems, and since God is the ultimate spiritual basis of all life. Loyalty to God virtually amounts to man's Loyalty to his our ideal nature.

۸۔ علامہ اقبال، محولۂ بالا، ص ۴۷

۹۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ’’فکرِ اقبال‘‘، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۸ء)

۱۰۔ علامہ اقبال، محولۂ بالا، ص ۳۲

۱۱۔ جمیل الدین عالی، ’’دیباچہ‘‘ مشمولہ ’’پاکستان ایک اشرافی ریاست کی معیشت (ایک تنقیدی جائزہ)‘‘ (Pakistan: The Economy of an Elitist State)، مصنف ڈاکٹر عشرت حسین، مترجم انور احسن صدیقی، (کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۲۰۰۱ء)، ص (i)

۱۲۔ علامہ اقبال، محولۂ بالا، ص ۳۲

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۰

۱۴۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ’’اقبال اور سوشلزم‘‘ مشمولہ ماہ نامہ ’’سیارہ‘‘ لاہور، شمارہ ۱۷، ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۷

مآخذ

۱۔ اقبال، علامہ، ’’علم الاقتصاد‘‘، لاہور: آئینۂ ادب، ۱۹۹۱ء

۲۔ حسین، یوسف، ’’روحِ اقبال‘‘، دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۵۲ء

۳۔ عالی، جمیل الدین، ’’دیباچہ‘‘ مشمولہ ’’پاکستان ایک اشرافی ریاست کی معیشت (ایک تنقیدی جائزہ)‘‘ (Pakistan: The Economy of an Elitist State)، مصنف ڈاکٹر عشرت حسین، مترجم انور احسن صدیقی، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۲۰۰۱ء

۴۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، ’’فکرِ اقبال‘‘، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۸ء

رسائل و جرائد

۱۔ ماہ نامہ ’’سیارہ‘‘ لاہور، شمارہ ۱۷، ۱۹۷۸ء